مفت

اندھیرے

سے

اُجالے

کی طرف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

جاری کردہ

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

مفت سلسلہ اشاعت ۳۷

اندھیرے

سے

اُجالے

کی طرف

مصنّف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

شائع کردہ: جمعیت اِشاعت اہلسنت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

۲

۷۸۶
۹۲

حرفِ آغاز

مرکزی انجمن اشاعت الاسلام کا مفت سلسلۂ اشاعت نمبر ۳ کے تحت شائع کردہ کتابچہ "اندھیرے سے اجالے کی طرف" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتابچہ میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے بدمذہبوں کی جانب سے شائع کردہ ایک چار ورقی پمفلٹ عقائد جماعت بریلویہ رضویہ کا بڑے احسن طریقہ سے مدلل اور جامع جواب دیا ہے بدمذہبوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً ایسے شر انگیز پمفلٹ جو صرف و صرف جھوٹ و دروغ پر مبنی ہوتے ہیں ایک باقاعدہ سازش کے تحت شائع کئے جاتے ہیں انکا مقصد عوام کو علمائے حقہ اہلسنت والجماعت کی جانب رجوع کرنے سے روکنا اور انکے بارے میں بدظن کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا سادہ لوح عوام کی رہنمائی کیلئے اور اظہارِ حق کے واسطے ان کا جواب دیکر شائع کرنا بھی ضروری ہے قارئین سے درخواست ہے کہ تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتابچہ کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ آمین!

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی

۷۸۶

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اِن دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ "عقائدِ جماعتِ بریلویہ رضویہ" بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہلِ سنت پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی گئی ہے یہ اِشتعال انگیز کارروائی ایسں وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملکِ پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورتِ حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اِسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جا سکتا ہے۔

بعض اربابِ علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے بیہودہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دینا چاہیئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقتِ حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں مختصر طور پر اِن اِتہامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

(۱) ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تیس ۳۰ دجّال پیدا ہوں گے جن میں سے "المسیلمہ"، "العنسی" اور "المختار" ہیں ــــ ادھر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کا ایک نام "المختار" ہے۔ ہم رضاخانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اِس حدیث میں "المختار" سے مراد کون ہے؟ (پمفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم کسی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو

دیکھئے تقویۃ الایمان)   انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے، اِس میں تو آئندہ کے غیب کی خبر دی گئی ہے۔

(ب) کیا اِس سے پہلے کسی محدّث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجّالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ" ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے"۔ امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابنِ حبّان کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ "المختار" سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امامِ اہلِ سنت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو قصرِ نبوت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے متبعین، یا وہ ختمِ نبوت کا ایسا معنیٰ بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔

(تحذیر الناس، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۲۴)

لہٰذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجّال المختار کا مصداق قرار دینا حدیث پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے اور درود

شریف اس طرح پڑھتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلٰنَا اَشْرَفْ عَلِیْ۔ اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے، بجائے اس کے کہ جواب میں اسے توبہ استغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

(الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵)

اللہ اکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس 'المختار' کا ذکر ہے اُس سے مراد احمد رضا خان ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحاتِ قلم قہر الدیان علی مرتد بقادیان، السوء والعقاب، جزاء اللہ عدوہ وغیرہ رسائل و فتاویٰ نے مخالفینِ ختمِ نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

(۵) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی، امام ابو یعلیٰ کی اس روایت نقل کرنے کے بعد مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم کان اول من خرج بعدھم المختار بن ابی عبید الثقفی ...... ثم زین له الشیطن فادعی النبوۃ وزعم ان جبریل یاتیه۔

(شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵)

"پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے سبز باغ دکھائے تو اس نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریلِ امین آتے ہیں۔"

حضرتِ اسماء بنت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف

کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک خونخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے۔ جہاں تک خونخوار کا تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو۔ (مسلم شریف عربی، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ج۲ ص ۳۱۲)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے اُن کی مراد المختار بن ابی عبید ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین جھوٹ، اس کا یہ دعوےٰ تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ علماء کا اِس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد المختار بن ابی عبید اور مُبیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔"

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۲)

(۲) کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خاں صاحب کے مخالفین ان کو اس روسیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ ماخوذ البریلویہ ۱۴۵ (پمفلٹ)

جن لوگوں کے دل عشقِ رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے اُنکی نگاہوں کا اندھیرا تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کر دیا۔

ڈاکٹر ماہر احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:۔

"حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔"

(مقالاتِ یومِ رضا، رضا اکیڈمی، لاہور ج ۳ ص ۸)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:۔

"اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بُشرے سے ہویدا تھا، فروتنی خاکساری

کے باوجود اُن کے رُخِ زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔"

(پروفیسر محمد مسعود احمد، افتتاحیہ خیابان رضا، طبع لاہور، ص ۱۷)

پھر لطف کی بات یہ کہ اِس جھوٹ کے لئے بدنامِ زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں افترا پردازیوں کا طومار باندھ دیا گیا ہے اور جو اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اجالے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۳) احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے، ۱ منٹ پہلے یہ وصیت کی "تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی المکان (حتی اللامکان) اتباع شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۱۳) (پمفلٹ)

اِس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اِس کا کوئی تذکرہ نہیں، دراصل یہ نافہمی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ کے چلے آرہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہرحال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیقِ قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے رہ شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدرِ طاقت عمل کیا جائے گا (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (البقرہ ۲، الآیۃ ۲۸۶)

(۴) آئینہ تحریرات (نقلِ کفر کفر نباشد)

خدا ناچتا تھرکتا ہے۔ (پمفلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہوچکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: "وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے"

اس کے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالےٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتبِ فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق و سباق دیکھے بغیر جڑ دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچیا بھر کتا ہے۔ حیرت ہے کہ "نقل کفر کفر نباشد" کا عنوان نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے سر تھوپ دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ:۔

وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا .... حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔"

جاہل ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں رہنے دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالےٰ ان اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچیا بھر کتا ہے)۔

دراصل ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا:۔

"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔"

(الجہد المقل) ~~(سبحان السبوح، نوری کتب خانہ لاہور ص ۳-۱۴۲)~~

(سبحان السبوح، نوری کتب خانہ لاہور ص ۳-۱۴۲)

اس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالےٰ بھی کر سکتا ہے۔

اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کام اللہ تعالےٰ بھی کر سکتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ فیصل آباد) ج ۱ ص ۷۹۱ پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا کسے کہتے ہیں:۔

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے

سائنٹ گننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔۔۔ ایسے کو حِس کا بہکنا، بھولنا،
سونا، اُونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتّٰے کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے
۔۔۔۔۔۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟"
(فتاوٰی رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۷۹۱)

غور کیجیے کہ اِس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان
سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی
نقل نہیں کیا، کیوں؟ اِس لیئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً
کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

(۵) حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے؟

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص۲۷ پر فرمایا:

انجام وے آغازِ رسالت باشد   ایں گوہم تابعِ عبد القادرؒ

(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادرؒ کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول
بھی حضرت شیخ جیلانی کا تابع ہوگا۔ (پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقہ فقد صنف فیہ
"جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا"، اللہ تعالیٰ کی قدرت
کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی اُن پہ
نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

دراصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے اِس کا
دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت
مطلب بیان کر دیا پہلے شعر کا مطلب پلّے ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے ؎

بر وحدتِ او رابع عبد القادر | یک شاہد و دو سابع عبد القادر
انجامِ وے آغازِ رسالت باشد | اینک گو ہم تابع عبد القادر

(حدائقِ بخشش، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج ۲، ص ۴۲)

اس رباعی میں حضرتِ محبوبِ سبحانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامِ نامی عبد القادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں حرف الف ہے اور آخری حرف را ہے، اسی حرف کو انجام سے تعبیر کیا ہے۔

(ترجمۂ رباعی) (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہد عبد القادر کا چوتھا حرف (الف) اور دوسرا شاہد ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نامِ مبارک کا آخری حرف (را) لفظِ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ کہو کہ یہ نکات عبد القادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں)

یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقامِ ولایت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے مقامِ نبوت و رسالت کی ابتدا ہے، سچ ہے کہ ع

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تحذیر الناس کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

---

(٦) انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (پمفلٹ)
(ملفوظات حصہ سوم ص ٢٧٦، حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور)

اس جگہ چند امور قابلِ توجہ ہیں:-

١۔ علمِ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرتِ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی شارحِ مواہبِ لدنیہ سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابنِ عقیل حنبلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو شرح مواہبِ لدنیہ للزرقانی (مطبوعہ مصر ١٢٩٢ھ) ج ٦ ص ١٩٦، اس ثبوت کے بعد امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

٢۔ یہ کہنا کہ "انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" خود ساختہ عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے ازواجِ مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا کہ "عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" ان کا بیان ہے کہ "وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں" اور شب باشی کا معنے رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبدالماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب

میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے ...... ایک شب باشیؒ اِس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباضعت (عملِ زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز انفاق۔"

(حکیم الامت : عبد الماجد دریابادی، ص ۱۷۴)

اِس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنیٰ ایک جگہ پر رات گذارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عملِ زوجیت ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے :

وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

(مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی ج ۱ ص ۳۵۱)

"تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔"

۲۔ حیاتِ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، المہند جس پر دیوبندی مکتبِ فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، اِس میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ ——— برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔"

(المہند، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجیے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں امہات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی

ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابن عقیل حنبلی نے عالمِ برزخ میں ملاقات کا ذکر کردیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالمِ برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴ ۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن؛ اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔"

(اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۲)

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالمِ برزخ سے عالمِ دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو مسلّم، مگر انبیاءِ کرام کی عالمِ برزخ ہی میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے :

"نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی۔"

گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہو گی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں آکر ملاقات ثابت کی جارہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷) حضور شکاری کے روپ میں آئے تھے :

احمد یار خاں نے جاء الحق ص۵۷ پر لکھا ہے، حضور نے فرمایا : میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔ (پمفلٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الآیۃ) میں نور کا مصداق ہیں محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اس عظمت وجلالت کے باوجود فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ) اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔

حضرتِ رومی فرماتے ہیں ؎

زاں سبب فرمود خود را مثلکم ۔۔۔ تا بجز د آیند و کم گردند گم

اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے، مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور انور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا :۔

"وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے، وعظ کا کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کرلے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اسی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پاکر قضائے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیتِ وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہیے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔"

(ارواحِ ثلاثہ (حکایاتِ اولیاء) دارالاشاعت، کراچی، ص ۲۵۲)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضائے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کرلے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہٖ مثل لہٗ (جس کی مثال دی گئی ہے) پر چسپاں کر دینا صحیح نہیں ہے۔

(۸) حضرتِ عائشہ کی شان میں بدترین گستاخی۔

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب

حدائقِ بخشش حصہ سوم ص۳۷ پر رقمطراز ہیں :۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سے کمر تک لیکن
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ عاشق کہلاتے ہیں، خدارا غور کریں۔ (پمفلٹ)

ناظرینِ کرام! اس پر ایک لطیفہ سُن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھوت سوار ہوا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
کہ عشق نمود اول ولے افتاد مشکلہا!

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں، اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے یہ دونوں چیزیں بیک شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاندار شعر بن گیا۔

بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائقِ بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علیخاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائیہ کے ص۱ پر ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہِ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب سے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگذاشتیں ہوئیں۔

(۱) انہوں نے اس حصہ کا نام حدائقِ بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائیٹل پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائقِ بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا

جو ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔

(۲) انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس نابھہ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتابت کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے دانستہ یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دئے۔

اِن غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروایا اور مولٰنا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ مہم چلائی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرتِ ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں بمبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اُس میں ان کے قصد و اِرادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اِس کے باوجود انہوں نے رسالہ سنی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور بار بار توبہ بھی کی، اعلانِ توبہ ملاحظہ ہو:۔

"حدائق بخشش حصہ سوم ص۳۷ و ص۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بار ہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے۔ خدا اور رسول جل جلالہ، وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں آمین ثم آمین اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم"۔

(فیصلہ شرعیہ قرآنیہ ص۳۲۔۳۱)

اِس تفصیل سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا

خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالف کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔ کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیحضرت پر نہ لگایا لہٰذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیحضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افترا پرداز ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فیصلہ مقدسہ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔

دراصل اعلیحضرت بریلوی نے صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور براہینِ قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کارروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراطِ مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ:

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتماب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔"

(محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۶)

حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا:

"پھر آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔"

(محمد اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ص ۸)

براہینِ قاطعہ میں ہے :۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہینِ قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اِس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا۔ یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوت فکر ترتیب مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کے عکس دے گئے ہیں۔

اب ذرا دل تھام کر چشمِ حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب الخطوب المذیبہ میں لکھتے ہیں :۔

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں، میرا ذہن معا اِس طرف منتقل ہوا کہ کم سن بیوی ملے گی، اِس مناسبت سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔"

(محمد اشرف علی تھانوی، الخطوب المذیبہ، ص۱۵)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو

ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریا بادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

"پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجدِ قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں انہوں نے دریافت فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرتِ صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی جیسے بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلائیں گی۔"

(عبد الماجد دریا بادی: حکیم الامت (ایم شمس الدین لاہور، ص ۹-۵۴۸

تھانوی صاحب اِس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں:-

"کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاوصاف (الاوصاف) کی طرف۔"
(ایضاً ص ۵۴۹)

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیشِ نظر رہے

جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہِ راست درود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں :

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالےٰ متبعِ سنت ہے"

(الامداد صفر ۱۳۳٦ھ، ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلی خواب میں ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا پھر مرید، تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے ؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور اُن پر مہر تصدیق ثبت کرنا کیا حضرتِ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے ؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں ؎

واقعہ ڈھالیں ہاں کا آنا — زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں
جن پر لاکھوں ہائیں تصدق — تعبیر اُن کی بناتے یہ ہیں
وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں — کب اسلام رکھاتے یہ ہیں

(الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۸۵)

---

(۱۲) اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب حسنین رضا ص۲۴)

علماءِ اہلِ سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا جب کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء نے ہمیشہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریف کے مرتب مولانا حسنین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو قہرِ خداوندی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیمہ ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا:۔

"اس مضمون کا عنوانِ بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔"

اصل عبارت یہ تھی :-

" زہد و تقویٰ ہے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہرِ اتم تھے۔"

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انھوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو شود سببِ خیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سُنّی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ص۱۲ میں اُس عبارت کو کاٹ کے عبارتِ مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

(وصایا شریف مع ضمیمہ، مولانا یٰسین اختر اعظمی، مکتبہ اشرفیہ مریدکے، ص۳۵)

مخالفین اس کے باوجود بار بار اِس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک۔

(۱۳) اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، سوانحِ اعلیٰ حضرت ص۱۴۵ :

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق و تقوٰے سے
کہوں کیوں کر نہ اتقی جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(اپمفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اِس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقوٰے میں شانِ صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی۔

محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو خلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ دونوں بزرگ حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جاں نثار تھے"

(حیاتِ سید احمد شہید: نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵)

دونوں بزرگ تو شیخین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود سیّد صاحب کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیسری صاحب، سیّد صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

صدق میں ثانی اثنین کی مانند قوی
جد اور جہد میں اسلام کے ثانی عمر
شرم میں حضرت عثمان سا جوں بحرِ حیا
اور صفِ جنگ میں ہم طرز علی صفدر

(حوالۂ مذکورہ، ص ۱۶۳)

کہہ دیجئے کہ اِن اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سیّد صاحب نے خلفاءِ راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھیے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلوِ مذموم کے مراتب کس طرح طے کیے گئے ہیں، چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اِس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

(مرثیہ: مطبع بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟ ؎

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی (ص۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہو گا؟ کیا یہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟ ؎

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت تھی ہستی گر نظیرِ ہستیٔ محبوب سبحانی
وہ تھی صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

(ص۱۶)

قسم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیرباد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

مدرسۂ دیوبند کے مدرس اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی

اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرزا ٹھے ؂

سامریانِ زمانہ سے بچا یا دیں کو   میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ عمران دونوں

(قصیدۂ مدحیہ : بلالی پریس ساڈھورہ ، صـ۲)

قاسم خیر و رشید احمد ذلیشاں دونوں   ہیں مسیحائے زماں یوسف کنعاں دونوں (صـ۲)

دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسئے عمران ، مسیحائے زماں اور یوسف کنعاں کہا جا رہا ہے ۔ نعوذ باللہ تعالےٰ من ذالک ۔

اسی پریس نہیں یہاں تک کہہ دیا ؂

وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل وخاتم

رکھتے عیسیٰ سے ہیں مہدی دوراں دونوں (صـ۲)

یعنی یہ دونوں مہدی دوراں ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء حبیب خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا ، وہی ان دونوں کے درمیان ہے ، دل تھام کر بتایئے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے ؟

۱۴-۱۵ آخر میں تجانب اہل سنت اور مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی وانفرادی رائے پر مبنی ہیں ، جمہور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جا سکتی ۔

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ علیہ نے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

---

حضرت علامہ کاظمی ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ بعد افطار روزہ وصال فرما گئے۔

"تجانب اہل السنۃ کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے لہٰذا اہلِ سنّت کے مسلمات میں کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہلِ سنّت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اسکے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔" (سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے اس کے برعکس علماءِ دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابرِ تحریک پاکستان از جناب سید محمد فاروق القادری اور تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال اور پاکستان از جناب راجا رشید محمود۔

جہاں تک علماءِ اہلِ سنّت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس ۱۹۴۶ء، تحریکِ پاکستان کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس	مولانا جلال الدین قادری
تحریکِ آزادئ ہند اور السواد الاعظم	پروفیسر محمد مسعود احمد
اکابرِ تحریکِ پاکستان، دو جلد	محمد صادق قصوری

علماء دیوبند کی کفری اور گستاخانہ عبارات کے فوٹو عکس اصل کتابوں سے اخذ کر کے بطور حوالہ اگلے صفحات پر پیش کیے جاتے ہیں

نوٹ :- خط کشیدہ عبارات قابل توجہ ہیں۔

البراھین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ ۔ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ۔

صفحہ
۵۵

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ نے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ۔ اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سنیئے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی سیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود ہے تو کیا ہونا چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی

حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو کہ ہیئت وسعت نور پر بنا یا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر افضل کو قیاس کرکے اس سے بھی زیادہ اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہتا ہے تو کب قابل التفات ہو گا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر

علم غیب بزعم خود ثابت کردیوے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر دور از علم و عقل ہے۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے

بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

ؔ بعد ہر کسی کو نصیبات حاصل ہونے صریح دلائل سے،   مان گئے شیطان سے بڑا عالم۔

بیان خاصیت دلیل جواز نہیں۔ فافہم ولا تزل واللہ اعلم فقط

جواب سوال سوم ۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ اور ولو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی و امتی و ربی کہنے سے نہی۔ اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا، اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی عالم غیب بامعنی الثانی بواسطہ، اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ، تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بیشمار ہیں خود قرآن مجید میں آپ

مخل نمی شد بلکه اتمم مجمل تکملات نماز میگردید زیرا که آن تدبیر از جمله ملهمات حضرت حق در دل ایشان بوده بخلاف
کسی که خود متوجه تدبیر امری از امور دینیه یا دنیویه شود بهر کیف در آن مقام منکشف میشود سید اندازی بمقتضای ظلمات

بعضها فوق بعض از وسوسه زنا خیال مجامعت زوجه خود بهتر است و صرف همت بسوی شیخ و امثال آن

از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبه بدتر از استغراق در صورت گاو و خر خود است که خیال آن
با تعظیم و اجلال بسویدای دل انسان میچسپد بخلاف خیال گاو و خر که نه آن قدر چسپیدگی می بود و نه تعظیم بلکه مهان
و محقر می بود و این تعظیم و اجلال غیر که در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک میکشد بالجمله منظور بیان تفاوت مراتب وساوس
است آنست را باید که آگاه شده بهیچ عائقی از قصد حضوری حق بجمیع وجوه باز نگردد و غرض درین مقام علاج این مخل
است بر ضعیف فهم هر کس نه کس تا این سد پس اگر وسوسه از قبیل قبیح ترین وساوس است و بس خود با نتیجه تمام عاجز کند
هر چند هر خیر منوط بفضل الهی است لیکن در بعض چیزها اسباب ظاهری چندان دخل ندارد و حصول آن مربوط بفضل
الهی است پس از همین قبیل است دفع این وساوس و بخدمت شیخ خود عرض نماید زیرا که مرشد از روی امانت این کار
است بتدبیری مفید تر شاید آگاه سازد و دعا خواهد کرد و اگر وسوسه از صرف نفس یا از طرف شیطان که سوای وسوسه
مذکور است پس علاجش آن است که اگر مثلاً در فرض ظهر پیش آمده بعد از فراغ از فرض و سنت در خلوت تنهائی بهمه
جدا یکه وسوسه بهجوم شان نموده رکعت بخواند اگر در تمام رکعات خیالات مستند بوده و اگر در تمام رکعات خیالات
نمانده بعض بحضور و خالی از خیالات گزرانیده و بعض آن ملوث بالودگی خیالات گشته پس مقابل هر رکعات
که در آن وسوسه شده چهار رکعت مقرره نموده بحساب آن بخواند و تدارک نماز عصر بعد مغرب کند و تدارک مغرب
بعد از ان و علی هذا القیاس عشا و تدارک فجر بعد طلوع آفتاب کند تا نفل نا مشروع نشود و چون این کار بر نفس شاق است
البته از ان باز خواهد آمد و خود را باز خواهد داشت چونکه نفس در کار حق بو آید شکر الهی بسیار بجا آورد و مدارات نفس
بمکافات آن ترفیه و آرام دادن و خواهش او بموجب شرع بوی رسانیدن بعمل آرد و اگر تهجد از ملتزم آن بسبب
تسویل نفسانی یا شیطانی قضا شود صباح آن روزه دارد و اگر در روزه مخلی از مخلات شرعیه نفس و شیطان روی
کار آرند بتلافی آن شب بیداری بهمه شب با آن روزه پیوسته است چنانچه شیطان چون از نافع خود مایوس میشود
نفس را شریک غم دمی سازد تا مدعای او بر آید در تنبیه و تادیب نفس هم شیطان هر دو از شرارت باز می مانند بلکه

الامداد مصنفہ، مولوی اشرف علی تھانوی۔

۳۱

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے باین خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال جناب مخدوم ومطاع مولانا عم فیضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی ... صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل عقیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے

اب اتنا ہی اقرار کریں بلکہ اس سے بھی بڑھکر انکار رہیں تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا ہی تھا اقرار
میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسیطرح اور زمینیں تسلیم کیجئے
تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ وقعت نہو گی نہ کسی آیۃ کا تعارض نہ کسی
حدیث سے معارضہ رہا۔ اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں سو جب انکار اثر مذکور
باوجود تصحیح ائمہ حدیث یہ جرأت ہے تو اقرار اراضی زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں
برتقدیر خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افزایش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر
آباد ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اسکے کہ اس شہر کی برابر دوسرا ویسا
ہی شہر آباد کیا جاوے اور اس میں بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی
اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول کی
حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائیگی اور اگر در صورت تسلیم اور چھ زمینوں کے
وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ
سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانی سے انکار نہو سکے گا جو دہاں
کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوات میں کچھ حجت کیجئے ہاں اگر خاتمیت بمعنے اتصاف ذاتی بوصف نبوت
لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں
سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپکی
افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد
زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ
آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ
ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیۃ ہے معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائیگا
یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایۃ ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ حسب زعم منکران
اثر اس اثر میں کوئی علت غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام
بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت غامضہ خفیہ
قادحہ فی الصحۃ نہیں دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے اور علت تھی
تب بھی یہی تھی اگر اور کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے سات کم زیادہ زمینوں
کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر جب تک